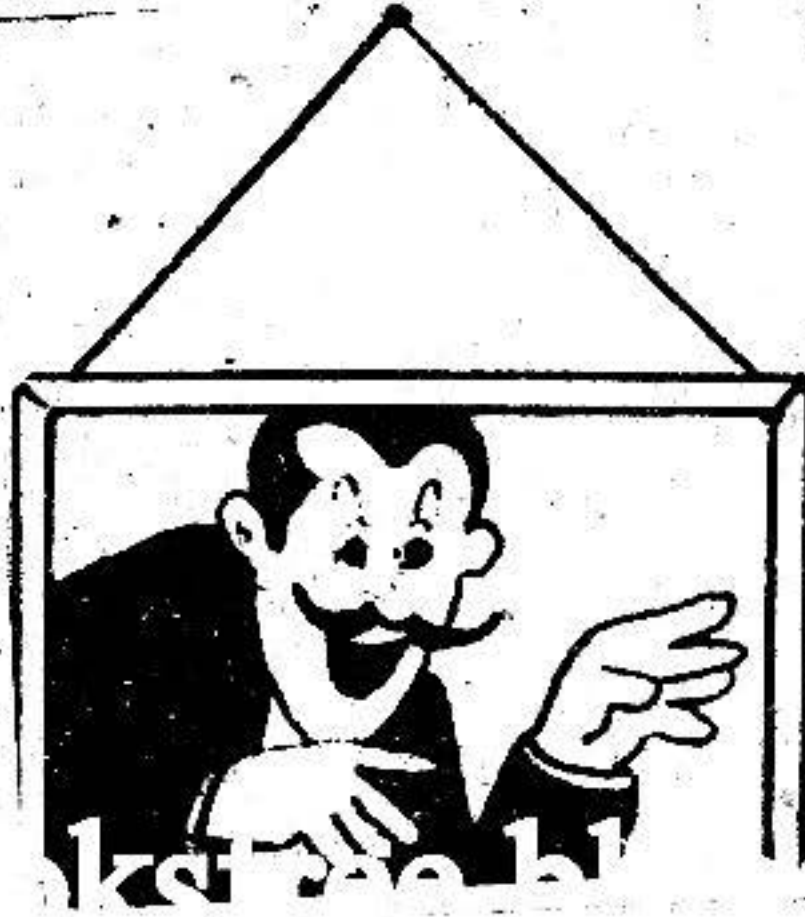


# گلشنِ عشق

PDFBOOKSFREE.PK



جادوگری کی باتصویر کہانی



طلسمی خیر

پبلشر

راجپوت مارکیٹ

اڈو بازار لاہور

فیضانِ اکبر



# اعلیٰ المعیار O رعایتی قیمت

Rs 10.00

پیشکش	_____	سانا اکبر
مصنف	_____	انعم راشد
ترجمین	_____	فرزانه کنول
بار اول	_____	اگست 1998

سٹاکسٹ

یونس بک ڈپو راجپوت مارکیٹ لاہور  
اردو بازار



## طلسی نجر

آفاق نے ارچہ ایک متوسط گھرانے میں آنکھ کھولی تھی۔ لیکن اکلوتا ہونے کی وجہ سے اسے زندگی کی ہر آسائش مہیا تھی اسکے والدین اسی کو دیکھ کر جیتے تھے اب جبکہ اسکی عمر تقریباً سات سال کے قریب پہنچ چکی تھی اسلئے اسکے والد





اشفاق احمد نے اسے سکول میں داخل کروایا۔ شروع شروع میں تو آفاق کو سکول جانا اور آنا ایک انتہائی مشکل کام لگتا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ اس روٹین کا عادی ہو گیا اور اسکے دل میں پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور پابندی سے سکول جانے لگا پانچ سال کے عرصے میں اسے پانچ جماعتیں پاس کر لیں۔ آفاق کے والدین اور استاد اس سے بہت خوش تھے۔ اور دوسرے لڑکوں کو اسکی فرمانبرداری اور محنت کی مثال دیتے تھے۔

آفاق بھی ذہنی طور پر بہت خوش رہتا تھا۔ اور اپنی کارکردگی پر بہت مطمئن رہتا تھا۔ کہ نجانے اچانک اسکی خوشیوں کو کس کم محنت کی نظر لگ گئی کہ آفاق کی والدہ شدید بیمار ہو گئی۔ اب آفاق کی آزمائشوں کا دور شروع ہو چکا تھا۔ ادھر اسکی دیویوں جیسی ماں شدید بیمار تھی ادھر اسکے والد کی گھر میں عدم موجودگی اسکے لئے شدید پریشانی کا باعث تھی۔ وہ اپنی ماں کو تنہا ہی نہیں چھوڑ سکتا تھا اور سکول کا ناغہ بھی نہیں کرنا چاہتا



تھا۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں وہ اپنے استاد کے پاس گیا اور اسے تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔

استاد اسکی یہ بات سنکر بہت خوش ہوا اور اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ وہ صبح کے وقت آفاق کی والدہ کی دیکھ بھال کے لئے اسکے گھر چلی جایا کرے تاکہ اسے اپنی والدہ کی طرف سے پریشانی نہ رہے اور وہ مطمئن ہو کر سکول چلا جایا کرے۔ لیکن قسمت کا لکھا کون مٹا سکتا ہے آفاق کی والدہ کے علاج اور احتیاط کے باوجود انہیں کچھ افاقہ نہ ہوا اور مرض بڑھتا چلا گیا۔ اور یحیٰ کمزور ہو گئیں جب آفاق کے والد اشفاق احمد نے شہر سے آکر بیوی کی حالت دیکھی تو بہت گھبرایا۔

اسنے شہر کے بڑے بڑے ڈاکٹروں کو بلوایا لیکن کسی علاج سے ہی وہ ٹھیک نہ ہو سکیں اور بالآخر ایک شام کو وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

آفاق کو اپنی ماں کے مرنے کا بہت غم تھا۔ کئی روز تک



تو وہ اس صدمے سے سنبھل نہ پایا۔ معمول پر آگیا۔ اس کا تعلیمی شوق مزید بڑھ گیا۔ لیکن آفاق کا والد اشفاق احمد اپنی بیوی کی موت کا صدمہ برداشت نہ کر سکا۔ اور شدید بیمار پڑ گیا۔ کچھ عرصے کی بیماری نے اسے نڈھال کر ڈالا اور وہ بہت کمزور ہونگے اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر آفاق بہت اداس ہو گیا۔ اور وہ ہر وقت اپنے باپ کے پاس رہنے لگا اس نے سکول جانا بھی چھوڑ دیا لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا اور یہاں تک کہ کھیل کود کا خیال بھی

دل سے نکال دیا۔ چند دنوں کے بعد اس کی حالت (والد کی حالت) بہت خراب ہو گئی تو وہ روتا ہوا اپنے چچا نذیر احمد کے گھر گیا اور انھیں رورو کر تمام حالات سے آگاہ کیا۔

آفاق کا چچا ایک خود غرض اور ظالم آدمی تھا۔ اور بہت عرصے سے اپنے بھائی کیساتھ قطع تعلق کر لیا تھا۔ اب جو اس نے اپنے بھائی کی بیماری کے بارے میں سنا تو آفاق کے ساتھ ہو لیا ہمدردی کے طور پر ایک ڈاکٹر کو بھی اپنے ساتھ



لے لیا۔ لیکن جب آفاق اور اسکے چچا گھر پہنچے تو اشفاق احمد اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا ڈاکٹر اسکی دیکھ کر مایوس ہو گیا اور آفاق کے چچا نذیر احمد کو بتایا کہ اب بچے کی کوئی امید نہیں ہے۔

اشفاق احمد نے آفاق کو اپنے پاس بلا کر اسے سینے سے لگایا اسکی پیشانی کو چوما اور سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے بھائی نذیر احمد کو کہا ”بھائی“ میری زندگی میرا ساتھ چھوڑ رہی ہے میرا بیٹا اس دنیا میں تنہا رہ گیا ہے تم اسے اپنا بچہ سمجھ کر اسکی نگرانی کرنا اور اسکی تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا۔ نذیر احمد نے کہا ”بھائی جان! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں

خدا آپ کو صحت دے اور آپ کا سایہ

اسکے سر پر سلامت رہے۔“ اشفاق احمد بولا! ”نہیں بھائی!

زندہ رہنا ممکن نہیں مجھے معلوم ہے کہ میری ہمت اب جواب

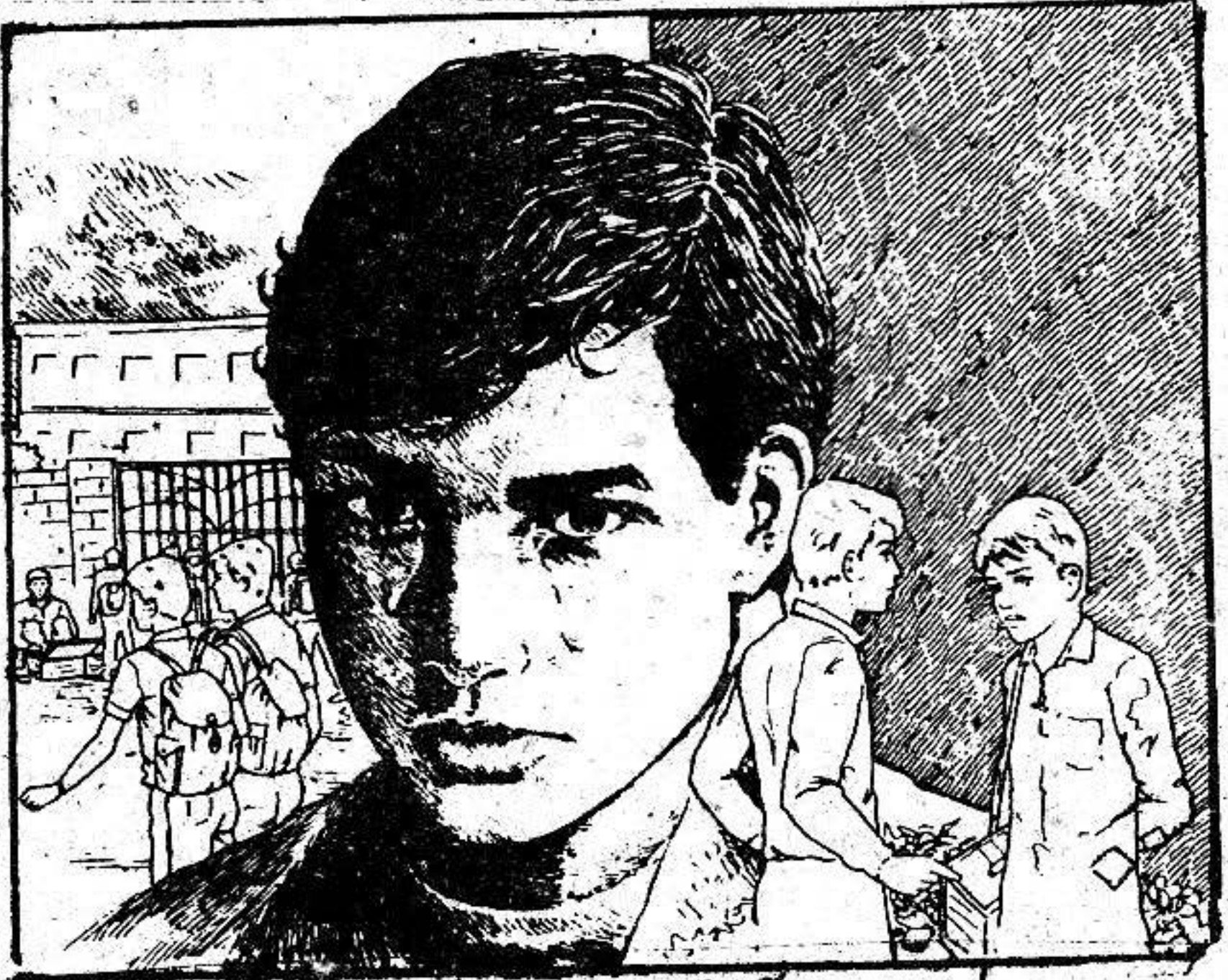
دے چکی ہے تم میرے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھ دو تاکہ میری



کر نذیر احمد نے آفاق کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ”میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسے اپنے پیٹے سے بڑھ کر چاہوں گا اور اسکی بہتر تعلیم و تربیت کا بندوبست کروں گا: اشفاق احمد نے تشکر بھری آنکھوں سے اپنے بھائی نذیر احمد کو دیکھا۔ اسی اثناء میں اسکی طبیعت پھر جگڑ گئی اور وہ ہمیشہ کیلئے اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

نذیر احمد نے بھائی کے مرتے ہی سارے سامان جائیداد اور دولت پر قبضہ کر لیا اور عیش کی زندگی بسر کرنے لگا کچھ عرصہ تک تو اس نے آفاق کا خیال رکھا لیکن جلد ہی اپنی اصلیت پر لوٹ آیا اور آفاق احمد سے ایسا سلوک کرنے لگا جیسا ملازموں سے کیا جاتا ہے اسکے جوتے کپڑے انتہائی بری حالت میں ہوتے اکثر تو ایسا ہوتا کہ وہ سکول سے واپس آتا تو بجائے اسے کھانا کھلانے کے اسکے سپرد کوئی کام کر دیا۔ اور اگر وہ کچھ کہتا تو اسے روئی کی طرح دھک کر رکھ دیتا کھانے کو کچھ بھی اچھا نہ ملتا بلکہ بعض اوقات تو آفاق کو فاقوں پر رہنا پڑتا تھا۔ عیش و





عشرت میں پلنے والا بچہ آخر کب تک ایسی زندگی بسر کرتا جلد ہی وہ اس زندگی سے بیزار ہو گیا اور ایک روز اپنے چچا سے کہنے لگا ”چچا جان! میرے والد کی تمام جائیداد آپکے قبضہ میں ہے لیکن آپ مجھے کچھ نہیں دیتے کپڑے جوتے ٹوپی غرض میری ہر چیز فقیروں سے بدتر ہے ان سب باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ میری پرورش نہیں کر سکتے“ چچا بولا ”پھر کیا مطلب ہے تیرا اے بد زبان لڑکے“ آفاق نے کہا ”مجھے نئے جوتے نئے کپڑے اور نئے ٹوپی دے دیجئے تاکہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور کبھی



واپس نہ آؤں۔“

اسکے چچا نذیر احمد نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ سر سے بلا ٹلی۔ وہ کہنے لگے میں ابھی تمہاری چچی سے کہتا ہوں تاکہ وہ تمہارے باپ کے کپڑے تمہارے لئے درست کر دینگے۔“

غرض نذیر احمد نے اپنے بھائی کے کپڑے اس طرح درست کرائے کہ انکی چوڑائی تو ویسی ہی رہی البتہ لمبائی کم ہو گئی پچھلی کی لمبائی کم کی ہی نہیں گئی اور تیسرے دن صبح سویرے اسے یہ کپڑے دے دیئے گئے اگرچہ یہ لباس اسکے جسم پر بالکل ڈھیلا تھا لیکن وہ اسے پہن کر اسی خیال سے بحد خوش تھا کہ وہ اسکے باپ کے کپڑے ہیں وہ اپنے چچا سے کچھ کہے بغیر گھر سے نکل گیا اور جس طرف منہ اٹھا چل پڑا۔

بہت سی گلیوں اور بازاروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک علاقہ میں پہنچا تو اسے بھوک ستانے لگی جیب خالی تھی اگر



کوئی چیز خریدنا بھی چاہتا تو نہیں خرید سکتا تھا۔

وہ بھوک برداشت کئے آہستہ آہستہ چل رہا تھا کہ ایک مکان کے سامنے پہنچا تو ایک بڑھیا دروازہ کھول کر باہر آتی نظر آئی اس نے کچھ سوچ کر اسے کہا ”آپ کو ملازم کی ضرورت تو نہیں ہے۔“

بڑھیا نے بڑے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر لباس پر نظر ڈالی اور کہنے لگی تمہیں یہ کپڑے کس نے دیئے ہیں ”وہ بولا یہ میرے لبا جان کے کپڑے ہیں“ اس نے پوچھا وہ کیا کرتے ہیں؟ آفاق کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ بھرائی آواز میں کہنے لگا وہ اللہ کو پیارے ہو چکے اب اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے میں تنہا ہوں ”بڑھیا نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا بازو پکڑ کر گھر میں لے گئی اور ایک تخت پر بٹھاتے ہوئے بولی میں تمہیں اپنے گھر میں رکھوں گی اور سمجھو نگی اللہ نے مجھے ایک بیٹا دے دیا ہے تمہاری طرح میں بھی



اس دنیا میں تنہا ہوں اپنا دل بہلانے کیلئے میں نے خرگوش بلیاں اور ایک کتابچہ رکھا ہے تم سے میں کوئی کام نہیں لوں گی بس تم میرے پیچھے ان جانوروں کی دیکھ بھال کرتے رہنا۔

آفاق بولا ”میں انکا خیال رکھوں گا یہ تو میرے لئے بہت آسان کام ہے۔ بڑھیا نے اسے دعائیں دیں اور دو پلیٹوں میں کھانا لا کر دیا آفاق بھوک سے تو نڈھال تھا ہی فوراً کھانے بیٹھ گیا۔ اور بڑھیا یہ کہہ کر باہر چلی گئی کہ بیٹا یہ گھراب خدا کے اور تمہارے سپرد ہے ہوشیاری سے رہنا۔“

کھانا کھانے کے بعد آفاق نے چل پھر کر مکان کا جائزہ لیا مکان بہت بڑا تھا۔ مکان کے تقریباً آٹھ نو کمرے تھے ایک کمرے میں سہری پنکھنی ہوئی تھی اور اس پر نرم و نازک بستر پنکھا ہوا تھا کھڑکیوں اور دروازوں پر ریشمی پردے لٹکے ہوئے تھے شاپرے کا لین پنکھے ہوئے تھے اور روشنی کیلئے ایک خوبصورت ٹیس لٹکا ہوا تھا پانچ چھ کمرے طرح طرح کی چیزوں سے سجے



ہوئے تھے۔ جبکہ ایک کمرے کا دروازہ بند تھا اور سپر قفل لگا ہوا تھا۔ باورچی خانے میں ہر قسم کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ لیکن حیرت کی بات تو یہ تھی کہ نہ تو چولہا ہی تھا اور نہ ہی کوئی ایندھن اس نے سوچا کہ بڑھیا کھانا کیسے پکاتی ہوگی پھر اس نے ایک الماری کھولی اسمیں بھی سونے چاندی کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ لیکن گھی، نمک، مرچ، مسالہ جات کسی چیز میں بھی نہیں تھے۔ یہ ایک بڑی عجیب بات تھی اور اسکی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

خرگوش اور بلیاں بڑی شریر تھیں وہ سب مل کر کھیلتے اور لڑتے جھگڑتے چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیتے اور آفاق انھیں ٹھیک کر تا بڑھیا کی واپسی تک آفاق بہت تھک چکا تھا۔ لیکن اس نے بڑھیا سے کوئی شکایت نہ کی شام ہو چکی تھی اور کھانے کا وقت بھی ہو چکا تھا بڑھیا باورچی خانے میں گئی اور تھال میں کھانا سجا کر لے آئی۔ آفاق یہ دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کھانا کس



نے کب اور کیسے بنایا ہے چونکہ بڑھیا تو باہر سے صرف چند پھل  
 لے کر آئی تھی اس نے بڑھیا سے پوچھنا مناسب نہیں سمجھا اور  
 خاموشی سے کھانا کھانے لگا وہ ہر روز سوچتا کہ آج بڑھیا سے  
 پوچھوں گا کہ کھانا کون بناتا ہے۔ اور کیسے بناتا ہے لیکن بڑھیا کے  
 سامنے اس میں بولنے کی جرات نہ ہوتی۔ اسی طرح دن گزرتے  
 رہے اور اسے بڑھیا کے پاس آئے ہوئے تقریباً تین ماہ ہو چکے  
 تھے اور آفاق یہ سوچنے لگا کہ اب یہاں رہنا مناسب نہیں اب  
 اسے اپنی یہ زندگی اسے غلامی کی سی لگنے لگی تھی وہ بھی جانوروں  
 کی غلامی کی آفاق سوچنے لگا کہ اب مجھے اس دنیا میں رہتے ہوئے  
 کچھ کام کرنا چاہئے لیکن ایک دوسرے خیال کے ساتھ ہی  
 وہ مایوس ہو گیا کیونکہ اسکی جیب بالکل خالی تھی۔ اگر وہ اس گھر  
 سے چلا بھی جاتا تو پیٹ کیسے بھرتا اسکے لئے روپیہ چاہئے وہ  
 کہاں سے آئے گا اگر بڑھیا مجھے بیٹا کہنے کے بجائے ملازم رکھ لیتی  
 تو آج میری تنخواہ کے بہت سارے روپے جمع ہو جاتے۔



اس سوچ نے اسے افسردہ کر دیا۔ وہ صحن میں ٹہلنے لگا  
 اچانک اس نے ایک خیال سوچا کہ بڑھیا ایک کمرے کو بند رکھتی  
 ہے۔ اس نے کہیں اس کمرے میں دولت تو نہیں چھپا رکھی۔  
 آفاق نے دل میں سوچا مجھے یہاں سے بھاگنے کیلئے چوری کرنی  
 پڑے گی وہ ایک ہتھوڑی اٹھا کر کمرے کے پاس گیا اور ہتھوڑی  
 کی مدد سے دروازہ کھولنے کے قابل ہو گیا۔ نظر سب سے پہلے  
 ایک تھال پر پڑی اسمیں تھوڑے سے روپے تھے۔ پھر اس نے  
 دیکھا کہ کھونٹی پر ایک بڑی سی میان لٹک رہی تھی جیسے اسمیں  
 تلوار تھی اس نے اسے اتارا تو اسمیں سے ایک چمکدار خنجر نکلا  
 خنجر بھی ایسا کہ اسمیں دھار بہت معمولی تھی لیکن یہ تھا بہت  
 خوبصورت۔ ایک طرف میز پر چاندی کے تاروں سے بنی  
 ٹوکری میں سلیپر کی جوڑی رکھی تھی یہ سلیپر (جوتے) بہت ہلکے  
 تھے اس نے جوتے پاؤں میں پہنے تو اس خیال سے خوش ہو گیا  
 کہ ان سے پاؤں کو آرام ملے گا کمرے میں اور کوئی چیز اچھی نہ



تھی۔ اس نے روپے جیب میں رکھے خنجر کمر سے باندھا اور دروازے بند کر کے باہر نیکلا اس وقت بڑھیا کا کتا اس کے سامنے کھڑا تھا وہ پہلے کبھی اسے دیکھ کر نہیں بھونکتا تھا۔ لیکن اس وقت وہ زور زور سے بھونکنے لگا۔ جیسے اسے خبر ہو گئی ہو کہ آفاق نے چوری کی ہے لیکن آفاق نے بالکل پرواہ نہ کی اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا دروازے سے باہر نکل آیا اور کواڑ بند کر کے ایک طرف چل دیا۔ آفاق شہر سے نکل کر ایک معمولی سے جنگل میں داخل ہوا یہاں آکر اس نے سکون کا سانس لیا اور دل میں یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ بڑھیا یہاں نہیں پہنچ سکتی اور یہ روپے خنجر اور سلیر (جوتے) اب میری ملکیت ہیں۔ کسی دوسرے شہر جا کر مزدوری کرونگا اور عیش کی زندگی بسر کرونگا۔

وہ شام تک اس جنگل میں چلتا رہا لیکن جنگل سے باہر نہ نکل سکا آخر اس نے سوچا کہ اب اندھیرا پھیلنے والا ہے کیوں نہ اب آرام کیا جائے پھر اس نے رات بسر کرنے کیلئے ایک





درخت کو پسند کیا اور وہ اوپر چڑھ گیا سارا دن کی تھکان، کھلی فضا،  
ہلکی ہلکی تازہ ہوا اُسے فوراً نیند آگئی اور وہ سو گیا۔

رات کو اس نے خواب دیکھا کہ بڑھیا کا کتا کہہ رہا تھا، تم  
بڑے خوش نصیب ہو تمہاری جیب ”حوروپے ہیں اس سے  
جب تم کوئی چیز خریدنا لو کسی غریب دکاندار سے ہر گز نہ خریدنا۔  
بلکہ ہمیشہ امیر دکاندار کے پاس جانا کیونکہ یہ پیسے اس کے پاس  
نہیں ٹھہریں گے بلکہ واپس تمہاری جیب میں پہنچ جائیں گے



سلیپر بھی بڑے کام کی چیز ہے تم نیچے اٹھا کر ایڑی کے بل بائیں  
جانب تین چکر لگانا اور میان پر دایاں ہاتھ رکھ کر آہستہ سے کہنا  
مجھے فلاں جگہ پہنچا دو یہ سلیپر آنا فانا تمہیں پہنچا دیں گے۔ اور یہ  
خنجر جو روپوں اور سلیپروں کی طرح طلسمی ہے اس جگہ خود بخود  
حرکت میں آجائے گا جہاں خزانہ دفن ہوگا۔

صبح اسکی آنکھ کھلی تو وہ لیٹے لیٹے دل میں کہنے لگا یہ  
خواب تھا یا حقیقت مجھے اسکو آزمانا چاہیے۔ یہ سب چیزیں جادو  
ہی کی معلوم ہوتی ہیں۔ چونکہ بڑھیا جو کھانا مجھے دیتی تھی اور  
خود بھی کھاتی تھی اسے کوئی پکاتا تو تھا ہی نہیں مجھے تو پہلے ہی  
شک تھا اب یقین ہو گیا ہے کہ وہ جادو کے ذریعہ ہی حاصل کیا  
جاتا تھا۔

اس نے درخت سے اتر کر نیچے اٹھائے اور ایڑی کے  
بل بائیں جانب تین چکر کھائے پھر میان پر ہاتھ رکھ کر کہا ”  
مجھے حکومت کے دار الخلافہ میں پہنچا دو اسی وقت اسکی ٹانگیں



یوں حرکت میں آئیں جیسے وہ دوڑ رہا ہو لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ اسکی ٹانگیں زمین سے اوپر ہیں گویا وہ اڑ رہا ہے چند لمحوں میں وہ ایک بار وفاق شہر میں پہنچ گیا بھوک سے اسکا بڑا حال تھا اسلئے وہ فوراً ہی پھلوں کی ایک بڑی دوکان پر گیا اور اس نے دو روپے کے پھل خریدے اور ایک جگہ بیٹھ کر انھیں خوب مزے لے لے کر کھانے لگا۔

پھل کھاتے کھاتے اس نے روپے جیب سے نکال کر گنے تعداد میں وہ اتنے ہی تھے جتنے وہ جیب میں رکھ کر لایا تھا یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور دل میں کہنے لگا دوکاندار کو جو روپے دیئے تھے واپس آچکے ہیں۔ اسکا مطلب ہے کہ روپے کبھی ختم نہیں ہونگے۔ پروہ سوچ نے لگا کہ مجھے شاہی ملازمت حاصل کرنی چاہیے تاکہ زندگی سڑکوں اور بازاروں میں بسر نہ ہو یہ سوچ کر وہ شاہی محل کے دروازے پر جا پہنچا اور دربانوں سے کہنے لگا ”مجھے شاہی ملازمت مل سکتی ہے کیا“ تمہارے اس سوال کا جواب



سبکتگین ہی دے سکتے ہیں وہ شاہی ملازموں کے سردار ہیں انہی کی سفارش پر ملازمت ملتی ہے آفاق نے ان سے کہا ”مجھے ان تک پہنچا دیجئے اگر میری قسمت نے ساتھ دیا تو ملازمت مل جائے گی ایک دربارن اپنے ساتھ سردار سبکتگین کے پاس لے گیا اس نے آفاق کو بڑے غور سے دیکھا پھر پوچھا ”تمہیں کس کام میں تجربہ ہے“ آفاق بولا ”حضور والا! میں نے اب تک مدرسہ میں وقت گزارا ہے، والدین کی وفات کے بعد تعلیم جاری نہیں رکھ سکا اب ملازمت کر کے دن گزارنا چاہتا ہوں سردار نے کہا مجھے تم سے ہمدردی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم کو ملازم رکھ لیا جائے لیکن اس وقت ہمیں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اپنے دل کی بات کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو اور راز کی بات راز میں رکھتا ہو اور چست و چالاک ہو“ آفاق بولا ”جناب والا آپ مجھے آزما سکتے ہیں میں راز کی بات کسی پر ظاہر نہیں کروں گا سردار نے کہا شاہی پیغام لے جانے والے بہت سے قاصد



ہمارے پاس ہیں لیکن ابھی ایک اور قاصد در کا ہے جو صرف بادشاہ کے ذاتی پیغام لے جانے کے لئے مقرر ہو گا آفاق نے کہا آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں اسکے علاوہ میں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ میں زیادہ سے زیادہ فاصلہ کو بہت کم وقت میں طے کرنے کی قوت رکھتا ہوں سردار ہنس کر بولا کیوں نہیں ابھی کم عمر ہو نیا خون ہے بہت تیز دوڑ سکتے ہو لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے قاصد بلال کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے آفاق نے کہا بڑا بول تو میں نہیں بولتا یہ ضرور کہو نگا کہ اگر مقابلہ ہوا تو انہیں شرمندہ ہونا پڑے گا سردار یہ بات سن کر خوش ہوا اور اسے اپنے مکان میں مہمان کے طور پر ٹھہرایا ہر دو روز کے بعد اس نے بادشاہ سے مشورہ کر کے پانچ میل دوڑ کا مقابلہ رکھا اور شہر میں اعلان کر دیا لوگ کھیل تماشے دیکھنے کے شوقین ہوتے ہی ہیں مقابلہ کے دن ہزاروں کی تعداد میں ہو گئے سبکتگین نے آفاق کے مقابلے پر گیارہ قاصد کھڑے کیے



تھے ان میں سے تقریباً ہر شخص ہی قد آور اور مضبوط جسم کا جو ان تھا ان کے سامنے آفاق کم عمر دبلا پتلا اور پستہ قد تھا دیکھنے والے حیران و پریشان تھے کہ یہ لڑکا ان نوجوانوں سے کیسے جیت سکے گا بادشاہ اور وزیروں کے پہنچتے ہی مقابلہ شروع ہوا گیارہ نوجوان دیکھتے ہی دیکھتے کہیں سے کہیں پہنچ گئے اور آفاق بہت پیچھے رہ گیا ایک موڑ پر پہنچتے ہی آفاق رکا پر اس نے نیچے اٹھائے ایڑی پر زور دیا اور خنجر پر ہاتھ رکھ کر تین چکر لگائے اور کہا اے میرے خنجر مجھے ان سب سے پہلے اس جگہ پہنچا دے جہاں سے ہم روانہ ہوئے ہیں بس پر کیا تھا پاؤں تو زمین پر ٹکتے ہی نہ تھے گویا وہ اڑ رہا تھا اس وقت تک گیارہ نوجوان دو میل سے بھی کچھ زیادہ فاصلہ طے کر چکے تھے اور ان میں سے ہر ایک ہی دل میں کہہ رہا تھا لڑکے سے ہمارا کیا مقابلہ ہو یہ تو ہم آپس میں مقابلہ کر رہے ہیں لیکن آفاق جیسے ہی سنسناتے تیر کی مانند ان کے قریب سے گزرا ان کے ہوش اڑ گئے انہوں نے حوش میں



آکر اور بھی تیز دڑنا شروع کر دیا لیکن آفاق سب سے پہلے مقرر  
کی ہوئی جگہ پر پہنچ گیا لوگوں نے تالیاں بجائیں سردار نے خوش  
ہو کر اسے کاندھے پر اٹھا لیا اور بادشاہ نے گلے سے ہار اتار کر  
اسے انعام دیا

مقابلہ میں شکست کھانے والے جوانوں نے سردار سے  
کہا ہمیں اس نو عمر لڑکے کی تیز رفتاری پر رشک آتا ہے  
حقیقت یہ ہے کہ ایک پرندہ بھی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا تعریف  
کے یہ الفاظ بادشاہ کے دل پر اتر کر گئے اور اس نے آفاق کو اپنا  
ذاتی قاصد مقرر کر لیا

شاہی محل کے پچھلی طرف ایک خوبصورت عمارت  
تھی جس میں صرف وہ ملازم اور خدمتگار رہتے تھے جو بادشاہ کے  
ذاتی ملازم کہلاتے تھے چونکہ انہیں بادشاہ اپنی محبت سے تنخواہ  
دیتا تھا آفاق کو بھی اسی عمارت میں ایک کمرہ دے دیا گیا اور لوگ  
توبیدی بچوں کے ساتھ رہتے تھے لیکن آفاق کا وقت بہت



مشکل سے گزرتا تھا چونکہ وہ اکیلا تھا محل سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی اسلئے وہ یا تو کمرے میں رہتا یا عمارت کے پیچھے اک ویران باغ میں گھومتا پھرتا

اس باغ میں گھنے درختوں جھاڑیوں اور پودوں

کے علاوہ خندقیں گڑھے اور نالیاں تھیں اس لئے وہاں گھومنا پھرنا مشکل بھی تھا کئے ملازموں نے آفاق کو منع کیا تھا کہ نہ جاؤ لیکن وہ کیا کرتا کہاں اپنا وقت گزارتا وہ چلا جاتا تھا

ایک روز وہ ایک پڑ کے درخت کے پاس سے گزرا تو خنجر نے دو تین بار حرکت کی وہ چلتے چلتے ٹھہر گیا اور دل میں کہنے لگا اس جگہ خزانہ دفن ہے مجھے زمین کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ کہاں تک سچ ہے پر اس نے ایک نوکیلا پتھر تلاش کیا اور بیٹھ کر زمین کھودنے لگا تقریباً دو ڈھائی گھنٹے زمین کھودنے کے بعد اور وہ خوشی سے اچھل پڑا اس نے آہستگی سے صندوق کھولا اس میں سونے اور چاندی کے سکے بھرے تھے اس نے اپنے کوٹ





اور قمیض کی جیبیں ان سکوں سے بھر لیں پھر گھٹری کھول کر  
اس پہ رکھے اور گھٹری باندھ لی اور گھٹری کندھے پر رکھ کر  
واپس اپنے کمرے کی طرف چل دیا

رات کے وقت دوسرے ملازم آفاق کے کمرے میں  
بیٹھ گئے آفاق نے ان سب کو ایک مٹھی سوئے چاندی کے  
سکوں کی دی اور ان سے کہا انہیں سنبھال کر رکھنا مشکل وقت  
میں کام آئیں گے اور کسی کو بھی اس کے بارے میں مت بتانا

ملازم سکے لے کر بہت خوش ہوئی اور اس روز کے بعد  
آفاق کا بہت خیال رکھنے لگے دن طرح گزرتے رہے کہ  
انہوں نے پھر سکے مانگنا شروع کر دیئے اسی طرح وہ دو دو تین



دن کے بعد دو تین سکوں کی مٹھی لے جاتے تھے آفاق کے پاس جتنے سکے تھے وہ سارے ختم ہو گئے ہوتے ہوتے یہ بات وزیر کے کانوں تک پہنچ گئی اور اس نے آفاق کی نگرانی کے لئے دو جاسوس مقرر کر دیئے تاکہ وہ نظروں میں رہے اور معلوم ہو سکے کہ وہ سونے چاندے کے سکے کہاں سے لاتا ہے

آفاق کے پاس چونکہ سکے تو ختم ہو ہی چکے تھے اس لئے اس نے ایک بار پھر مٹی نکالی اور صندوق کھول کر سونے چاندی کے سکوں سے جیبیں بھر لیں اور گڑھے کو بند کر کے اپنے کمرے کی طرف آگیا جاسوسوں نے اس بات سے بادشاہ کو باخبر کیا بادشاہ بہت حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ اس جگہ سکے کس نے دفن کیے تھے لیکن اسکی سمجھ میں کچھ نہیں آیا اور اس نے بہت سے سپاہی اور خدمتگار ساتھ لے کر جا کر صندوق نکلوایا۔

سکوں کے نیچے چار جگہ تھے ان میں انمول پتھر سچے



موتی ہیرے اور جواہرات بھرے ہوئے تھے اور سونے کی ایک

ڈبیہ میں ایک رقعہ بھی تھا اس میں لکھا تھا اس صندوق میں میرا

اپنا خزانہ ہے میں نے مشکل وقت کے لئے جمع کیا تھا

لیکن مجھ پر خدا کا کرم رہا اور اسکی

ضرورت نہ پیش آسکی لہذا میں اسے دفنارہا ہوں اگر اس تک کس

کی پہنچ ہو جائے تو اسے ضرورت مند اور لوگوں میں تقسیم

کر دے اپنے عیش و آرام پر خرچ نہ کرے۔۔۔ بنی اللہ شاہ

بادشاہ کہنے لگا یہ خزانہ میرے دادا جان کا ہے اسے اٹھا

کر محل لے چلو سپاہی اس صندوق کو اٹھا کر محل میں لے آئے

بادشاہ نے اسے اپنے کمرے میں رکھوا لیا پھر آفاق کو اپنے کمرے

میں طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ اسے اس خزانے کا علم کس

طرح ہوا وہ بتانے پر راضی نہ ہوا آخر بادشاہ نے غصے سے تلوار

کھینچ لی اور کہنے لگا اگر تم نہیں بتاؤ گے میں تمہاری گردن اڑا

دونگا اب تو آفاق کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور وہ بہت



گھبرا یا اور یو لا عالم پناہ دنیا میں ابھی میں نے کچھ نہیں دیکھا مجھے  
 زندہ رہنے دیجئے میرے پاس یہ سلپر ہیں جو مجھے دوڑنے میں  
 مدد دیتے ہیں اور خنجر ہے یہ اس وقت حرکت میں آجاتا ہے  
 جب میرے یہ سلپر مجھے اس جگہ لے جاتے ہیں جہاں خزانہ  
 دفن ہوتا ہے

بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ تم یہ تمام چیزیں سامنے رکھے  
 ہوئے تخت میں رکھ دو

وہ کہنے لگا بادشاہ سلامت انہیں میرے پاس  
 ہی رہنے دیجئے ورنہ میں تباہ و برباد ہو جاؤ گا

بادشاہ غصے سے چلایا تم انہیں اتار کر رکھ دو ورنہ  
 کے ساتھ ساتھ تم اپنی جان سے بھی دھو بیٹھو گے

مرتا کیانہ کرتا بے چارے نے خنجر اور سلپر تخت میں  
 رکھ دیئے پھر بادشاہ نے سپاہیوں کو حکم دیا کہا اسے بند گاڑی میں  
 بٹھا کر لے جاؤ اور شہر سے باہر جنگل میں چھوڑ آؤ اور اگر کبھی یہ  
 لڑکا دوبارہ شہر میں نظر آئے تو اسے فوراً قتل کر دیا جائے





آفاق رونے لگا لیکن بادشاہ کو اسپر رحم نہ آیا اور  
 اسے بند گاڑی میں لے جا کر جنگل میں چھوڑ آئے  
 آفاق شدید صدمے کی حالت میں تھا وہ ایک درخت  
 کے نیچے بیٹھ کر رونے لگا روتے رتے اس کی آنکھیں سرخ  
 ہو گئیں پھر وہ سوچنے لگا کہ سورج غروب ہونے والا ہے لہذا  
 رات بسر کرنے کے لئے جگہ تلاش کرنے کو وہ چل پڑا چلتے  
 چلتے وہ ایک ندی کے کنارے پہنچا یہاں تھوڑے تھوڑے  
 فاصلے پر درخت لگے ہوئے تھے اور ان پر پھل لٹک رہے تھے  
 ان میں جو پھل لگے ہوئے تھے اسکی شکل انجیر سے ملتی جلتی تھی  
 یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ خدا نے یہاں



پہنچا کر بھوکوں کو مرنے سے بچا لیا اور وہ ایک درخت پر بیٹھ کر  
پھل توڑ توڑ کر کھانے لگا

پھل بہت میٹھے اور خوش ذائقہ تھے اسنے خوب سیر ہو  
کر کھائے اور سو گیا۔

صبح کے وقت جب اسکی آنکھ کھلی تو وہ درخت سے اتر  
کر ندی میں پانی پینے کیلئے گیا منہ دھوتے دھوتے اچانک اسکی  
نظر اپنے عکس پر پڑی تو وہ اپنے حلیے کو دیکھ کر حیران رہ گیا  
کیونکہ اسکی ناک بہت لمبی ہو گئی تھی آنکھیں گول اور کان  
گدھے کی مانند بڑے بڑے ہو گئے تھے اور چہرے پر جھیریاں پڑ  
گئی تھیں اور یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ بڑی عمر کا آدمی تھا اپنا یہ حال  
دیکھ کر اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ بہت دیر تک روتا  
رہا۔ آخر وہ اٹھا اور دل میں کہنے لگا میں یہ اپنی صورت لیکر کسی  
کے سامنے نہیں جاؤنگا جو بھی دیکھے گا مذاق اڑائے گا۔ تماشا  
بنائے گا۔ اب میں اسی جنگل میں رہوں گا اور خدا کا شکر ادا کرونگا۔



وہ ندی کے دوسری طرف گیا وہاں بھی اسی شکل کے پھل لگے ہوئے تھے۔ اس نے وہاں سے پھل توڑ کر کھانے شروع کر دیئے۔ اور کچھ دیر بعد ہاتھ دھونے کے لیے ندی پر آیا تو اپنی صورت دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ اب وہ اپنی اصل صورت میں تھا۔ اب سوچنے لگا کہ ان پھلوں کے کھانے سے شکل بدل جاتی ہے اور اس طرف کے پھل کھانے سے اصلی صورت ٹھیک ہو جاتی ہے۔

پانی پی کر وہ ایک درخت تلے لیٹ گیا اور

بہت دیر تک سوچوں میں گم رہا۔

اچانک اسے خیال آیا کہ جیب میں وہ روپے تو موجود

ہیں جو دکاندار کو دینے کے بعد خود بخود جیب میں واپس آ جاتا

ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے ندی پار کی اور درخت پر

چڑھ کر دو چار پھل کھائے۔ پھلوں کے کھاتے ہی اسکی آنکھ،

ناک اور کان بدل گئے۔ اس نے پکڑی اور ڈھیلا کوٹ اتار کر



جھاڑیوں میں چھپایا اور روپے قمیض کی جیب میں ڈال کر سینہ  
تائے شہر کی جانب چل دیا وہ بے فکر تھا کہ اب نہ اس کو پہنچانے  
گا اور نہ اسکی گردن اڑائی جائے گی۔

اسنے ایک ٹوپی خریدی جوتے خریدے کوٹ کا کپڑا  
خرید اور درزی کو سینے کے لے دے دیا۔

ایک ہفتہ کے بعد اسنے نیا لباس پہنا اور درخت سے  
پھل توڑ کر شہر میں گیا اور محل کو جانے والے راستے پر بیٹھ گیا  
شاہی باورچی کا جو گزر ہوا تو وہ انجیر سمجھ کر ٹھہر گیا اور دل میں  
کہنے لگا کہ بازار میں تو ابھی انجیر آئے نہیں ہیں اگر میں یہ انجیر  
لے جاؤں تو بادشاہ بہت خوش ہو گا پھر اس نے سارے  
خرید لئے اور محل میں لے گیا

دوپہر کے کھانے پر بادشاہ ملکہ شہزادی سمرہ اور دو  
مہمان سیاح بیٹھے ہوئے تھے باورچی نے پلیٹوں میں پھل رکھے تو وہ  
بہت خوش ہوئے اور مزے لے لے کر کھانے لگے





شہزادی سمرہ کی نظر جب بادشاہ پر پڑی تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ بولی ابا جان آپکی ناک ٹھوڑی اور لمبے لمبے کان بادشاہ نے گھبرا کر اسکی طرف دیکھا تو وہ بھی چلانے لگا سمرہ تمہاری صورت کو کیا ہوا پھر سبھی ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر چلانے لگے

بادشاہ کے حکم سے بڑے بڑے حکیم طیب اور ذید بلوائے گئے لیکن کسی کے علاج سے بھی انکی صورتیں پہلے جیسی نہ ہو سکیں شہزادی کمرے میں پڑی رہتی تھی بادشاہ مارے شرمندگی کے دربار میں نہ جاتا تھا اور مہمان اپنے کمروں سے باہر نہ نکلتے تھے انکا ایک ایک لمحہ بڑی مشکل سے گزر رہا تھا



پندرہ دن اسی طرح گزر گئے آخر بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو شخص انہیں اس مصیبت سے نجات دلائے گا ہم اسے منہ مانگا انعام دیں گے

اس اعلان کے تیسرے دن ایک شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے دعویٰ کیا کہ میں آپ سب کی صورتیں پہلے جیسی کر دوں گا پھر اس نے دو دو پھل سب کو کھانے کے لئے دیئے اور کہا جس طرح زہر زہر کو مارتا ہے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اسی طرح پھلوں کا اثر پھلوں سے جائے گا سب کی صورتیں اسی لمحے ٹھیک ہو گئیں اور بادشاہ خوشی سے اچھل پڑا پہلے تو اس نے گلے کا ہار اتار کر ایک ہار اس کے گلے میں پہنایا پھر بولا مانگو کیا مانگتے ہو

اس نے کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا مجھے ضرورت تو کسی چیز کی نہیں ہے اگر ہو سکے تو یہ چمکتا طشت مجھے دے دیجئے بادشاہ بولا یہ طشتیت



س کام کا ہے اس نے کہا مجھ غریب کو کسی چیز کی خواہش نہیں ہے یہ طشت کھانا کھانے کے کام آجائیگا

اور آپ سمجھیں گے کہ آپ نے انعام دے دیا ہے

بادشاہ نے وہ طشت اسے دے دیا اور وہ چل دیا

بادشاہ کو خیال آیا کہ اس شخص کا پتہ تو معلوم ہی نہیں

کیا اگر خدا نخواستہ پھر ضرورت پیش آئی تو اسے کیسے بلایا جائے گا

اس خیال کے آتے ہی اس نے دو خدمتگاروں کو دوڑایا کہ وہ اسکا

نام پتہ معلوم کریں

خدمت گاروں نے تھوڑی دیر میں واپس آکر کہا عالم

پناہ وہ شخص دراصل وہ لڑکا تھا جو خزانہ نکالنے کے جرم میں

شر سے نکالا گیا تھا اس نے محل سے نکلتے ہی پھل کھا کر اپنی

صورت بدلی پھر جوتے اتار کر سلیپر پہنے اور

بست تیز دوڑتا چلا گیا بادشاہ بولا وہ بد معاش کوئی جادوگر ہے اسی

نے پھل فروخت کر کے ہم تک پہنچائے ہو نگے اور اپنا خنجر اور



سلیپر حاصل کرنے کے لیے یہاں آیا ہوگا

اس نے وزیر کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ سارے ملک میں اعلان کرو کہ جسے وہ جادوگر لڑکا نظر آئے وہ اسے گرفتار کر کے ہمارے پاس لے آئے ہم اسے ہر گز زندہ نہ چھوڑیں گے

آفاق نے جنگل سے تمام سامان اٹھایا اور خنجر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا مجھے اس جگہ پہنچا دو جہاں ایک بڑا خزانہ دفن ہو سکے پاؤں زمین سے اٹھے اور وہ اڑنے لگا دیکھنے میں اسکی ٹانگیں یوں نظر آرہی تھیں جیسے وہ دوڑ رہا ہو

وہ کافی دیر تک اڑتا رہا اڑتا رہا پھر وہ ایک غیر آباد علاقے میں ایک مزار کے قریب زمین پر اتر گیا مزار کے چاروں طرف سرخ پتھر کی دیوار تھی وہ اس دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا لیکن خنجر کو کوئی حرکت نہ ہوئی پھر وہ دیوار پھاند کر دوسری جانب گیا اور مزار کے گرد چکر لگانے لگا اس نے کئی چکر لگائے



لیکن خنجر کو کوئی حرکت نہ ہوئی اب تو آفاق بہت پریشان ہو اور  
 باہر نکل آیا اک جگہ بیٹھ کر وہ سوچنے لگا کہ یہاں پر خزانہ کس  
 جگہ دفن ہے وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ سواسو کی ایک بڑھیا  
 لکڑی کا سہارا لیتی ہانپتی کانپتی ایک طرف سے آئی  
 خدا تجھے عمر دے خوشیاں دے اور تو مجھے یہ خنجر دے آفاق یہ  
 سن کر منہ چڑاتے ہوئے بولا تو مجھے خنجر دینے سے صاف انکار  
 کر دیا بڑھیا نے جواب دیا میں اپنی کمر سے اس خنجر کو باندھوں گی اور  
 اپنا ہاتھ رکھ کر کہوں گی کہ باگی باگی ناچے جنی جنی بین بجائے  
 کوئیرے کوئی جیئے میں جوان بنوں بس میں جوان بن جاؤنگی  
 آفاق نے کہا ٹھہرو پہلے میں تمہاری بات کو آزماتا  
 ہوں پھر اس نے خنجر پر ہاتھ رکھ کر کہا باگی باگی ناچے جینی جینی  
 خون بہائے کوئی مرے کوئی جیئے میں عورت بنوں اور آفاق سچ  
 مچ عورت بن گیا اور پھر اسی طرح وہ اپنی اصل حالت میں واپس  
 آ گیا بڑھیا بولی دیکھا تو نے اب مجھے خنجر دے میں جوان بنوں



آفاق نے خنجر کمر سے کھول کر بڑھیا کو دے دیا اور اس نے اس پر ہاتھ رکھ کر کہا باگی باگی ناچے جینی جینی خون بہائے کوئی مرے کوئی جیئے میں جوان بنوں کوئی مرے کوئی جیئے میں

جوان بنوں

اور دیکھتے ہی دیکھتے بڑھیا ایک خوبصورت اور جوان لڑکی میں تبدیل ہو گئی آفاق نے کہا اب تمہاری خواہش پوری ہو چکی ہے لہذا اب مجھے میرا خنجر واپس کر دو عورت نے بڑی اداسے کہا پہلے مجھ سے شادی کرو

آفاق کو عورت کی یہ بات سن کر شدید غصہ آیا اور اس نے عورت کو کہا چلو میرا خنجر واپس کر دو ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا عورت نے جواب دیا یہ خنجر میرا ہی ہے اور میری چاچی چرا کر لے گئی تھی اور اب تم یہ خنجر چرا کر لائے ہو میں تمہیں ہر گز واپس نہیں کرونگی آفاق بولا تم نے جوان بننے کے لئے خنجر لیا تھا اب جبکہ تم جواں بن چکی ہو مجھے یہ خنجر واپس کر دو





لیکن عورت اپنی ضد پر اڑی رہی کہ مجھ سے شادی کرو  
تنگ آکر آفاق نے کہا نہیں دیتی تو نہ دے میرے پاس یہ سلیپر  
ہیں جو مجھے اڑا کر بہت اچھی جگہ لے جائیں گی

وہ سلیپوں کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی میرے راجہ  
مجھے یہ سلیپر دے میں انہیں پہن کر بادشاہ کے محل میں جاؤنگی  
آفاق نے کہا اگر سلیپر لینے ہیں تو مجھے خنجر دے دے وہ بولی اگر  
میں نے تجھے خنجر دے دیا تو تم بھاگ جاؤ گے آفاق نے کہا نہیں  
میں نہیں جاتا اس عورت نے آفاق کو خنجر واپس کر دیا آفاق نے  
خنجر خوشی خوشی واپس اپنی کمر میں باندھ لیا اور کہنے لگا جاب اپنا  
راستہ لے جو ان بننا تھا سو بن گئیں



وہ بولی اچھا تم نے مجھے دھوکا دیا ہے اگر میں نے تجھے  
 دھوکا دیا تو سب کچھ بھول جائے گا یوں تجھے دھوکا دوں آفاق نے  
 اسے جواب دینے کی بجائے خنجر پہ ہاتھ رکھا اور بائیں ایڑی پر زور  
 دے کر تین چکر کھائے اور بولا مجھے کسی شہر کے نزدیک پہنچا دو  
 وہ اڑنے لگا

اوہ اڑتے اڑتے تھوڑی دیر میں

ایک خوبصورت شہر کے پاس پہنچ گیا اور ایک جگہ  
 کھڑے ہو کر خنجر پہ ہاتھ کر رکھ کر کہنے لگا باگی باگی نالے جینی  
 جینی خون بہائے کوئی مرے کوئی جیئے میں چالیس سال کا بنوں  
 اور وہ چالیس سال کا بن گیا اب اسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا وہ  
 شہر میں گیا اور ایک بڑی سرائے میں جا کر کھانا کھایا اور ایک کمرہ  
 کرائے پر لے کر رہنے لگا

وہ صبح سویرے کمرے سے نکل کر باہر احاطے میں ٹہل  
 رہا تھا اچانک خنجر نے حرکت کی وہ چونک گیا اس جگہ نشان بنایا



اور جا کر بھٹیاری کو بلایا بھٹیاری یعنی سرائے کا مالک بولا یہاں  
 آپ کو کس قسم کی تکلیف ہے آفاق ہنس کر کہنے لگا نہیں یہ بات  
 نہیں یہ کہو تم نے اب تک کتنی دولت جمع کی ہے بھٹیاری بولا پتا  
 ہی کیا ہے جو دولت جمع ہو ایک بیوی نوپے ساتھ بہن بھائی اور  
 آمدنی تھوڑی سی بس گزر ہو رہی ہے آفاق نے کہا اگر میں تمہیں  
 خزانے کا پتہ بتا دوں تو کیا مجھے آدھا حصہ دو گے بھٹیاری کی  
 آنکھیں کھل گئیں اور اس کے منہ سے نکلا خزانہ آفاق نے کہا ہاں  
 خزانہ وہ بولا میں بھیا آدھا بھی دوں گا اور تمہاری خدمت بھی کرو  
 گا آفاق نے اسے اپنے ساتھ لیا اور جس جگہ نشان لگایا تھا وہاں  
 پاؤں رکھتے ہوئے بولا یہاں خزانہ دفن ہے اسے کھود نکالو  
 بھٹیاری نے اپنے بیوی بچوں کو بلا کر چاروں طرف پردہ لگوا لیا  
 اور ان کے ساتھ زمین کھودنے بیٹھ گیا۔

زمین میں سے تین دیکھیں نکلیں دو میں اشرفیاں تھی  
 ایک میں سونے کی سلیں بھٹیاری کے تو دن ہی پھر گئے اس



نے ایک دیگ اثر فیوں کی اور آدھی سونے کی سلوں کی آفاق  
کے حوالے کر دی۔

آفاق نے اس دولت سے ایک دو منزلہ مکان بنوالیا اور  
اس میں رہنے لگا بڑھیا کے گھر میں چرائے ہوئے روپے اسکی  
جیب میں رہتے وہ ان سے چیزیں خریدتا اور واپس اسکی جیب  
میں پہنچ جائے اس طرح اس نے آرام اور ضرورت کی چیزوں  
سے مکان بھر لیا لیکن اسے سکون حاصل نہ تھا اسے ساتھیوں  
کی ضرورت تھی اور ساتھی اسے ملتے نہ تھے

ایک دن اسے خیال آیا کہ دولت پاس نہیں ہے مزار  
کے پاس جا کر خزانہ نکالنا چاہیے اور وہ خنجر اور سلیپروں کی مدد  
سے وہ پھر مزار کے پاس جا پہنچا مزار کے پائنتی پیل کا ایک  
درخت تھا اسکے نیچے جب آفاق پہنچا تو خنجر نے حرکت کی اور وہ  
بیٹھ کر زمین کھودنے لگا زمین کھودتے کھودتے شام ہو گئی تو وہ  
دیوار پھاند کر اندر چلا گیا اور ایک طرف سو گیا صبح پھر وہ زمین



کھودنے لگا اسی طرح پانچ دن گزر گئے چھٹے دن اسے خزانہ ملا یہ  
 لوہے کے ایک گھڑے میں تھا۔ وزن بھی کچھ زیادہ نہ تھا لیکن  
 ایک ایک ہیر اور پتھر بے حد قیمتی تھا وہ اس گھڑے کو سر پر رکھ  
 کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہوا تقریباً پانچ میل کا فاصلہ طے  
 کر کے وہ ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک لڑکی پکوان تل رہی  
 تھی۔ پکوان دیکھ کر اسکے منہ میں پانی بھر آیا اور اسنے ایک دو  
 روپے کے پکوان لیکر مزے سے کھایا کہ ایک روپیہ واپس اسکی  
 جیب میں پہنچ گیا یہ دیکھ کر لڑکی چلائی کہ میرا ایک روپیہ کہاں  
 گیا آفاق اسکا شور و غل سنکر بہت گھبرا یا اور اسے کہا کہ وہ اسکے  
 ساتھ شہر چلے وہ شہر سے اسے اسکی پسند کی چیزیں خرید کر دے  
 دے گا۔ یہ سنکر لڑکی نے جھٹ پٹ آگ بچھائی اور اسکے ہمراہ  
 شہر چلی آئی آفاق نے شہر پہنچ کر اسکی پسند کی ہر چیز اسے دلوائی۔  
 جسے لیکر وہ بہت خوش ہوئی اور لڑکی یہ تمام چیزیں لیکر خوشی  
 خوشی گھر چل دی لڑکی کے جاتے ہی آفاق نے خنجر پر ہاتھ رکھا



اور اپنی اصل شکل میں آگیا۔ اس وقت وہ بہت خوش تھا کیونکہ اب اسکے پاس بہت دولت تھی۔ پھر اسے خیال آیا کہ کیوں نہ شہزادہ بنکر وہ شہزادی سمرہ سے شادی کر لے۔ اس خیال کے آتے ہی اسنے دل میں تہیہ کیا اور صبح ناشتہ کرنے کے بعد خنجر پر ہاتھ رکھا اور کہا ”باگی باگی ناچے جینی جینی خون بہائے۔ کوئی مرے کوئی جیئے میں خوبصورت شہزادہ بنوں“ اور وہ شہزادہ بن گیا۔ پھر اس نے صندوق میں کچھ ہیرے کچھ موتی اور چند جواہرات رکھے ایک گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور سفر کرتا بادشاہ کے محل تک پہنچ گیا۔ خبرداروں نے خبر پہنچائی کہ ایک شہزادہ آیا ہے بڑی سچ دھج کا اور بہت خوبصورت شہزادہ ہے بادشاہ نے فوراً ہی اسے بلوا بھیجا اور اسے دیکھتے ہی بادشاہ اسکا عاشق ہو گیا اپنے گلے سے لگایا اپنے سامنے بٹھایا اور اسکی خوب ضہ کی پھر اس سے پوچھا ”تم کس ملک کے شہزادے ہو اور تمہارا نام کیا ہے۔“



”اس نے کہا میرا نام شہزادہ آفاق ہے اور میں ملک  
 یمن کا شہزادہ ہوں۔ مجھ سے بڑے تین سوتیلے بھائی ہیں،  
 میری جان کے دشمن ہیں میں انکے جال سے نکل کر بھاگا ہوں  
 اور اسکے سائے میں زندگی بسر کرنے کے خیال سے آیا ہوں“  
 پھر اس نے صندوقچی کو کھول کر دیکھا تو اسکی آنکھیں حیرانگی سے  
 پھٹ سی گئیں شہزادہ بولا اس سے بھی قیمتی ہیرے میرے پاس  
 ہیں۔ بادشاہ نے کہا تم میرے مہمان ہو جب تک جی چاہے رہو  
 اس نے کہا ”میں نے شہر نادر میں ایک مکان آپکی اجازت کے  
 بغیر بنوایا ہے اس میں سارا سامان سجایا ہے آج مجھے خیال آیا کہ یہ  
 سب کچھ میں نے آپ کی اجازت کے بغیر کیا ہے اسلئے میں آپ  
 سے عرض کروں بادشاہ بولا تمہیں اجازت ہے لیکن چند روز تو  
 میرے یہاں رہو وہ راضی ہو گیا اور بادشاہ نے اسے اپنے پاس  
 ٹھہرا لیا۔

اسکی خوبصورتی اور محبت نے سب لوگوں کے دل موہ



لئے ایک دن ملکہ نے بادشاہ سے کہا ہم شہزادہ آفاق کو اپنا بیٹا بنا

لیتے ہیں ہم اپنی سمرہ کی شادی شہزادہ آفاق سے

کر کے اسے ہمیشہ کیلئے اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں بادشاہ ملکہ کی اس تجویز

سے متفق ہو گیا اور وزیر کے ذریعے شہزادہ آفاق کی مرضی

معلوم کی۔ شہزادہ تو دل سے یہی چاہتا تھا۔ شہزادہ آفاق کی رضا

پاتے ہی بادشاہ نے شہزادی سمرہ کی شادی دھوم دھام سے

شہزادہ آفاق کے ساتھ کر دی اور وہ ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے

لگے ایک دن شہزادی محل سے کچھ فاصلے پر موجود باغیچے میں

چل رہی تھی کہ ایک خوبصورت لڑکی کو اپنی طرف آتے

ہوئے دیکھا شہزادی نے پوچھا تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے وہ

کہنے لگی میں ایک غریب لڑکی ہوں اور پکوان بیچتی ہوں ایک

دفعہ میں نے تمہارے میاں کو پکوان کھلایا تھا اور اسکے بدلے

اس نے مجھے بہت ساری چیزیں لے دی تھیں آج پھر میں

پکوان لائی ہوں اور بہت مزے کا ہے شہزادی نے کہا لاؤ میں



بھی تو دیکھوں کیسا پکوان تیار کرتی ہو شہزادی نے مزے سے  
پکوان کھایا اور بے ہوش ہو کر گر پڑی

لڑکی نے شہزادی کے بے ہوش ہوتے ہی ملازمین کی  
نظروں سے بچتے ہوئے محل کی تلاشی لی اور طلسمی خنجر اپنی کمر پر  
باندھ کر وہاں سے غائب ہو گئی آفاق جب واپس آیا تو اس نے  
شہزادی کو بے ہوش پایا اس نے خد متگاریوں سے دریافت کیا کہ  
محل میں کیا ہوا تھا انہوں نے لڑکی کا قصہ سنایا یہ سن کر آفاق  
نے اپنے کمرے کی تلاشی لی اور خنجر کو نہ پا کر سمجھ گیا کہ وہ لڑکی  
وہی سوا سو سالہ بڑھیا تھی وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اسکی تلاش  
میں نکلا لڑکی اسے مزار کے پاس نظر آئی اس نے آفاق کو دیکھتے ہی  
کہا تم اپنا خنجر لینے آئے ہو لیکن خنجر اب نہیں مل سکتا اسے میں  
نے ساتھ نالوں میں تہ خانے کے اندر رکھ دیا ہے اب تمہاری  
قسمت چمک چکی ہے تم نے خنجر لے کر کیا کرنا ہے شہزادہ آفاق  
غصے سے بولا بکواس بند کر اور خنجر مجھے واپس دو



لڑکی پیچھے ہٹی اور گڑھے میں کود گئی شہزادے نے  
 گڑھے میں دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا اور وہ فسر وہ سما واپس چلا آیا  
 اسے افسوس تھا خنجر نہ ہونے کے سبب وہ اپنی اصلی صورت  
 میں واپس نہ آسکا

بادشاہ کی وفات کے بعد وہ تاج و تخت کا مالک بن گیا اور  
 ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگا

دیکھا بچو کہ خدا جسے دیتا ہے چھپر پھاڑ کر دیتا ہے آفاق  
 ایک غریب لڑکا تھا چچا نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا لیکن  
 خدا نے اسے اس کے صبر کا صلہ دیا اور بادشاہ بنا دیا اثلے کہتے ہیں  
 اے مالک ملک کے تو جسے چاہے بادشاہت دے اور جس سے  
 چاہے بادشاہت چھین لے تو ہر شے پر قادر ہے۔

﴿خدا حافظ﴾



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
[www.pdfbooksfree.pk](http://www.pdfbooksfree.pk)





PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

www.pdfbooksfree.pk

# بچوں کے لئے دلچسپ حیرت انگیز اور پراسرار کہانیاں

6-00	طلسمی جوتے	6-00	خونی جنگل
6-00	ڈاکو کا خزانہ	6-00	رات کی رانی
6-00	زہریلی ناگن	6-00	خونی روح
6-00	خونی مینار	6-00	انوکھی پیگم
6-00	خونی لٹیرا	6-00	گل بکاؤلی
6-00	عقل مند دوست	6-00	ظالم عورت
6-00	فقیر کا تحفہ	6-00	کالا جن
6-00	دولت کے پجاری	6-00	ہار کی چوری
6-00	دودوست	6-00	سفید ٹھگ
6-00	آخری چوری	6-00	طلسمی خنجر



راجپوت مارکیٹ اردو بازار لاہور

فیضان اکیڈمی